جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
فون
۵۴۴۰۶
جلد ۳۶ شمارہ ۱۵ مورخہ ۱۴ صفر ۱۴۰۵ھ
۹ نومبر ۱۹۸۴ء
جمعۃ المبارک
مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
مجلس ادارت
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
معاون
محمد سلیمان انصاری
مندرجات
تبصرۂ کتب
اداریہ
مرزا غلام احمد قادیانی
درس منتخبات قرآن
اطلاعات
مسلمان خاتون کی میت کا پوسٹ مارٹم
میاں محمد ابراہیم خاں بلوچ
وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ
سلفیہ رائٹرنگ انجینئرز
اعلانات
سالانہ ۵۰ روپے
فی پرچہ ۱/۲ ۱ روپیہ
ممالک غیر سے
۲۰ پونڈ

تبصرۂ کتب

علیم ناصری

آئینۂ صداقت

مصنف: مولانا فیروزالدین روحی پروفیسر اسلامک لٹریچر
ضخامت: چھوٹا کتابی سائز ۱۵۲ صفحات قیمت ۱۲ روپے
ناشر: اسلامی اکادمی، اردو بازار۔ لاہور

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے درمیان سُنّی وہابی کا جو مناقشہ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے چل رہا ہے اس پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی واضح تعلیم کے باوجود یہاں ایک طبقہ تصوف کے نام سے بدعات و رسوم جاری کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جن کی تردید و تغلیط کے لئے اہلِ حق نے پند و نصائح اور تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ عملی تحریکیں بھی شروع کیں جن کا خالص مدّعا اصلاحِ عقائد تھا مگر بریلی اور بدایوں سے قرآن و سنّت کی مخالفت کا طوفان مسلسل جاری رہا۔ اور آج تک اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا ہے۔ جس کے باعث اُمتِ اسلامیہ ہند و پاک میں اتحاد کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

مولانا فیروزالدین روحی صاحب نے کتاب میں حقائق کو نکھارنے کے لئے تمام تحریکات کا مختصر احوال بیان کیا ہے۔ انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ اور سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کا موازنہ بھی کیا ہے اور برصغیر کی تصنیفی مساعی کے سلسلے میں بالتفصیل بیان کیا ہے کہ کس طرح بدایوں۔ بریلی اور مارہرہ سے برصغیر کے اہلِ توحید کی تکفیر کی گئی۔ یہاں تک کہ مسلم لیگیوں، خاکساروں اور احراریوں تک کو کافر قرار دیا گیا اس طرح مصنف نے مسلمانانِ ہند و پاک کو حقیقت کا آئینہ دکھانے کی کوشش فرمائی ہے جو ایک نہایت مستحسن اقدام ہے۔ یہ کتاب اس سلسلے میں ایک مفید دستاویز ہے جس کا مطالعہ بہت سے شکوک و شبہات رفع کرنے کا ذریعہ ہے۔ آخر میں یہ گذارش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ص۲۶ پر شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی تاریخ وفات ۱۷۸۶ء درج ہو گئی ہے جب کہ ص۵۱۔ ص۵۲ پر ۱۷۹۲ء درج ہے۔ اس غلطی کو آئندہ ایڈیشن میں درست کرنا چاہیئے۔

اس طرح شیخؒ پر سب و شتم اور اتہام طرازی کرنے والوں کے ناموں میں ص۵۳ پر ایک نام احمد بن علی بصری کا ہے جس کی تاریخ وفات ۱۷۱۴ء درج ہے جو غلط معلوم ہوتی ہے کیوں کہ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہونے والے شیخؒ کی ۱۷۱۴ء میں مخالفت شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس امر کی تصحیح کی ضرورت ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب اتحادِ ملت کے لئے ایک نہایت عمدہ دستاویز ہے جو رفعِ شکوک کے ساتھ راہِ ہدایت بھی دکھاتی ہے۔

اُسوۂ حسنہ

تالیف: محمد علی قطب۔ ترجمہ۔ پروفیسر ساجد الرحمٰن صدیقی
ضخامت: چھوٹا سائز۔ ۸۸ صفحات۔ قیمت ۹ روپے
ناشر: اسلامی اکادمی۔ اردو بازار۔ لاہور

اس کتاب میں مؤلف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف احادیث اور ان کی تشریح کر کے آنحضورؐ کے اخلاقِ عالیہ اور اُسوۂ حسنہ کی تصویر کھینچی ہے۔ جس کے اتباع سے انفرادی ہی نہیں اجتماعی طور پر ایک صحت مند اور صالح معاشرہ پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی تقسیم زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ اسلامی اکادمی اس کی اشاعت پر مبارکباد کی مستحق ہے۔

اس کتاب میں مندرج احادیث کا حوالہ درج نہیں ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں اگر اس کا اہتمام ہو جائے تو زیادہ افادیت پیدا ہو سکتی ہے۔

تبصرے کے لئے
کتاب کے دو نسخے روانہ فرمائیں،

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (گھر)
۶۳۴۷۶
۹ نومبر ۱۹۸۴ء
۱۴ صفر ۱۴۰۵ھ

فون دفتر الاعتصام
— ۵۴۴۰۶ —
جلد — ۳۶
شمارہ — ۱۵

مرزا غلام احمد اور قادیانیت کے کفر پر
وفاقی شرعی عدالت کا دو ٹوک فیصلہ

۱۹۷۴ء میں پاکستان کی مرکزی اسمبلی نے متفقہ طور پر
ادیانیوں (لاہوری۔ قادیانی، دونوں گروپ) کو غیر مسلم قرار دیا
تھا۔ اور ان پر قادیانیت کی تبلیغ اور دیگر خلافِ اسلام سرگرمیوں
پر پابندی لگائی گئی تھی مگر یہ پابندی محض اعلان تک محدود رہی۔
اور مرزائیوں کے دونوں گروپ نہ صرف اپنی تبلیغ ہی مسلسل
کرتے رہے بلکہ انہوں نے ہر جگہ یہ ثابت کرنے کی کوششیں
کردیں کہ حقیقتاً مسلمان وہی ہیں۔ یہ پروپیگنڈا اندرونِ ملک
ہی نہیں بیرونِ ملک بھی پورے زور و شور سے کیا جانے لگا۔
جب پانی سر سے گزرنے لگا تو حکومتِ پاکستان کی بھی آنکھ کھلی۔
اور صدرِ مملکت نے ایک آرڈی ننس کے ذریعہ مرزائیوں پر واضح
احکام کے طور پر یہ پابندی عائد کردی کہ وہ خود کو نہ مسلمان کہلا
سکتے ہیں، نہ دینی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دے سکتے ہیں۔
نہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں یا خلفاء کی طرح صحابی،
رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین، خلیفۃ المؤمنین وغیرہ کے القاب
اپنے کسی شخص کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔ اور نہ مرزا غلام احمد
کی بیویوں وغیرہ کو اُمّ المؤمنین کا لقب دے سکتے ہیں ــــ یہ
ایک اہم اقدام تھا جو موجودہ حکومت نے آرڈی ننس ۱۹۸۴ء
کے نفاذ سے کیا۔ مگر مرزائیوں کے بعض افراد نے اس آرڈی ننس
کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کردیا۔ وفاقی شرعی عدالت نے
اس پر ہمہ جہت بحث سُنی اور آخر کار ۲۲۴ صفحات پر مشتمل اپنا
فیصلہ صادر کردیا۔ جو ۲۹ اکتوبر ۸۴ء کے اخبارات میں مشتہر
کردیا گیا۔ اس فیصلے کی رُو سے یہ واضح طور پر اعلان کردیا گیا
ہے کہ مرزا غلام احمد نبی یا مصلح تو کجا بلکہ بے ایمان، دھوکے باز
اور کافر تھا۔

اس فیصلے سے مرزائیوں کا گزشتہ سو سال سے تعمیر
کیا جانے والا محل دھڑام سے زمین پر آگرا ہے۔ اس جھوٹے
مذہب کے پہلے ساٹھ سال تو انگریزی استعمار کے سایۂ عاطفت
میں گزرے اور کوئی اسے گزند پہنچانے کی قدرت حاصل نہیں کرسکا۔
اگرچہ علمائے کرام نے مرزا کی زندگی ہی میں اس کی تکذیب و تکفیر
میں اہم کردار ادا کیا اور اس سلسلے میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم،
اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے معرکے زبان زدِ عام
ہیں۔ مگر انگریز اپنے خود کاشتہ پودے کی ہر طرح آبیاری کرتا رہا۔
اور ملّتِ اسلامیہ ہند کی ہر کوشش ناکام ہوتی رہی۔ البتہ
علمائے کرام نے کتاب و سُنّت کی واضح نصوص سے اپنی تالیفات

کے ذریعے مرزائیت کی تکفیر پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

قیام پاکستان کے بعد جو حکومت برسر اقتدار آئی وہ اپنی مجبوریوں یا کمزوریوں کے باعث مرزائیوں کو اُمتِ مسلمہ ہی میں شمار کرتی رہی حالانکہ اس مّلتِ کا مذہب کاملاً سراسر اسلام کے خلاف تھا اور وہ ہمیں غیر مسلم قرار دیتے تھے۔ اس کا واضح ثبوت بانئ پاکستان محمد علی جناح مرحوم کی وفات پر سامنے آیا کہ اس حکومت کا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان اپنے گورنر جنرل کے جنازے کی نماز سے الگ تھلگ بیٹھا رہا۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدے کی رُو سے مرحوم کو دُعائے مغفرت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود حکومت کے اساطین کی آنکھ بند رہی اور وہ اس شخص کی اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر پر لمبی لمبی تقریروں پر تالیاں بجاتی رہی حالانکہ ان میں بھی منافقت کے تمام پہلو موجود تھے۔

۱۹۵۳ء میں علمائے پاکستان نے ختم نبوت کی تحریک چلائی اور ہر فرقے کے علماء اور اکابر نے مرزائیت کے خلاف آواز بلند کی مگر حکومتِ پاکستان نے عوام کو پولیس کے ڈنڈوں سے پٹوا دیا۔ علماء اور اکابر کو جیلوں میں بند کیا۔ یہاں تک کہ بعض سرکردہ علماء کو پھانسی تک کا حکم دے دیا گیا۔ اور مارشل لاء کے ذریعے اس تحریک کو کچل کر رکھ دیا۔ مگر ختم نبوت پر ایمان ویقین کی چنگاری مسلسل سلگتی رہی اور پھر ۱۹۷۴ء میں یہ پھیل کر شعلہ جوالہ بن گئی۔ آخر حکومتِ وقت کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور مرزائیوں کو طوعاً وکرہاً غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کا غیر مسلم قرار دیا جانا کچھ زیادہ کارگر تو نہ ہوا مگر چونکہ اس کے کفر کی بنیاد سرکاری طور پر رکھ دی گئی تھی۔ اس لئے موجودہ صدرِ مملکت جنرل ضیاء الحق کو اللہ تعالےٰ نے یہ توفیق عطا کر دی کہ انہوں نے ایک واضح آرڈی ننس کے ذریعے مرزائیوں کی تمام علمی اور عملی کارگزاریوں کو گرزِ گراں کی ضرب سے پاش پاش کر دیا۔ اگرچہ مرزائیوں نے آخری سہارے کے طور پر وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا اور اپنے تمام بقراطوں کو اس آخری معرکے میں جھونک دیا مگر نتیجہ؟ ۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

اللہ تعالےٰ نے اپنی بات بلند رکھی اور اپنے بندوں کو کامیاب وکامران فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک!!

اس سلسلے میں ہم محترم جنرل محمد ضیاء الحق کے اس کارنامے پر ان کو مبارکباد کہتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ یہ یقیناً ان کے حسنات میں شمار ہوگا ؎

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

الشیخ حافظ فتحی انتقال کرگئے

گزشتہ ہفتے حافظ فتحی صاحب کی صحت کی اطلاع ملی تھی اور اب بذریعہ ٹیلیفون خبر ملی ہے کہ حافظ صاحب اپنی علالت سے جانبر نہیں ہو سکے اور ۲ر محرم کی رات انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب مرحوم کی شخصیت اہل حدیث حلقوں میں جانی پہچانی اور محبوب شخصیت تھی۔ مرحوم ایک طویل عرصے سے حرم مکی میں مستقلاً مقیم تھے۔ اور دین کی بلند پایہ کتب کے نہ صرف خازن تھے بلکہ اہل علم کو ہدیۃً دیتے رہتے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس کی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہٖ واعف عنہ (ادارہ)

درخواست دُعائے صحت

الحمد للہ چند دنوں سے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ کی طبیعت قدرے پُرسکون اور صحت نسبتاً اچھی ہے۔ احباب حضرت مولانائے محترم کے لئے پُرخلوص دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں تاکہ مولانا موصوف مکمل طور پر صحت یاب ہو کر اپنے علمی سلسلوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں (ادارہ)

مولانا محمد اسماعیل السلفی

مرزا غلام احمد قادیانی، اپنے دعاوی کی روشنی میں

مرزا غلام احمد قریباً ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مرزا حکیم غلام مرتضےٰ معمولی قسم کے طبیب تھے۔ اپنے حالات کی وجہ سے نہ تو وہ مرزا صاحب کو دینی تعلیم کسی اچھی درس گاہ میں دلوا سکے نہ دنیوی تعلیم کے لئے کسی سکول یا کالج کا رخ کر سکے۔ مختصر سا مطب اور ایک معمولی طبیب اُس وقت کی تعلیم کے مصارف کہاں برداشت کر سکتا تھا۔

ابتداءً سادہ قرآن مجید پڑھنے کے بعد ادھوری سی طب پڑھائی۔ اس کے بعد اپنے خاندان میں اپنے حقیقی ماموں کی بیٹی مسماۃ حرمت بی بی سے شادی ہو گئی۔ اور اٹھارہ انیس سال کی عمر میں ایک شیعی المذہب معلم محمد گل علی سے منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مرزا صاحب کا بڑا لڑکا سلطان احمد اسی حرمت بی بی کے بطن سے تھا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب تلاش معاش کے سلسلے میں لاہور، امرتسر، سیالکوٹ وغیرہ کی طرف نکل گئے۔ سیالکوٹ میں مرزا صاحب کے ایک ہندو دوست لالہ بھیم سین تھے۔ ان کی وساطت سے سیالکوٹ کچہری میں عرضی نویسی کرنے لگے۔ اور لالہ بھیم سین سے مل کر مختار کا امتحان دیا۔ لالہ بھیم سین کامیاب ہو گئے اور مرزا صاحب فیل ہو گئے۔ اسی افسوس میں عرائض نویسی بھی چھوڑ دی اور واپس قادیان چلے گئے۔ ان دنوں لاہور، امرتسر میں آریہ سماج کا بڑا زور تھا۔ پنڈت دیانند، لیکھرام وغیرہ سماجی مبلغین نے کہرام مچا رکھا تھا۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور دوسرے علماء اسلام، سماجی پرچاریوں سے تحریری مناظرات اور تقریری گفتگوئیں کرتے رہتے تھے۔ مرزا صاحب دراصل کوئی آسان کام کرنا چاہتے تھے۔ جس سے آمد زیادہ ہو۔ اور مغل نوابوں کے انداز سے زندگی بسر کر سکیں۔ اس لئے ان کی نگاہ میں پیری مریدی بہتر پیشہ تھا۔ چنانچہ دعویٰ تجدید کے ایام میں ایک دفعہ ہوشیار پور گئے اور چلہ کشی کی لیکن اس میں بھی اسی فن کے ماہرین کے سوا کامیابی مشکل ہوتی ہے اسے ادھورا چھوڑ کر مذہبی چیر پھاڑ کی طرف توجہ کی۔ دعویٰ تجدید اور الہامات پر قسمت آزمائی شروع کی۔ علوم دین، منطق، فلسفہ، طب، تصوف سب ادھورے تھے۔ اس کم علمی اور ادھورا پن کا اثر مرزا صاحب کی پوری زندگی میں نمایاں رہا۔ مرزا صاحب نے ذاتی مطالعہ سے کچھ عربی، کچھ فارسی اور دینیات کی بعض کتابوں پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ مگر نہ تربیت صحیح تھی، نہ فارسی اچھی لکھ سکتے تھے بلکہ ان زبانوں میں ان کے مرید مولوی عبدالکریم اعرج، مولوی محمد حسین امروہی، مولوی غلام رسول راجیکی اور حکیم نوردین وغیرہ ان سے بہتر لکھ سکتے تھے۔ مرزا صاحب کے اکثر مضامین ان کی لفظی اور معنوی نظر ثانی کے بعد پریس میں جاتے تھے۔ اس کے باوجود کبھی نظر ثانی رہ جاتی اور الہام کی ساخت چونکہ مرزا غلام احمد کی ہوتی اس لئے الہامات غلط نکلتے۔ ان کی مرمت اور تاویل کے لئے قادیانی عوام اور علماء کو بڑی دقت ہوتی۔ جس کا اثر خود مقام نبوت پر بھی پڑتا۔ مرزا صاحب کے عقیدت مند نبوۃ کو مجموعۂ شکوک و تاویلات سمجھتے اور مرزا صاحب کی آبرو کو قائم رکھنے کے لئے کمزور اور پھسپھسی تاویلات کرتے۔ عیسائیوں، سماجیوں کی مجالس میں تمام انبیاء کا مذاق اڑایا جاتا۔ ہمارے ہاں گوجرانوالہ میں ایک میاں نصیر الدین بڑے پختہ قادیانی تھے اور مرزا صاحب کے بڑے عقیدت مند تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کا پہلے انبیاء حق سے مقابلہ درست نہیں مرزا صاحب تھرڈ کلاس نبی تھے۔ کوئی پیش گوئی سمجھ میں

ہی نہیں آتی۔ کوئی غلط نکلی۔ کوئی درست ہوگی۔ اس لئے مرزا صاحب کی ہر پیشگوئی کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور نبیوں کی یہ کلاس نرالی ہے۔ اب بظاہر مرزا صاحب سے شروع ہو رہی ہے۔ اس لئے پہلے انبیاء سے مقابلہ کر کے پہلے صادق انبیاء کو نیچے لانا یا مرزا صاحب کو اوپر لے جانے کی کوشش کرنا بالکل بے معنی اور وقت کو ضائع کرنا ہے سابقہ انبیاء کا مقام اور ہے اور مرزا صاحب اور ان کی کلاس کا مقام اور۔ وہ اسی تقسیم سے بڑی جلدی پیچھا چھڑا لیتے تھے۔

ہم تو انبیاء علیہم السلام کو کلی طور پر سچا سمجھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ سچے نبی کی پیش گوئی بھی غلط نہیں ہو سکتی ورنہ قرآن عزیز کے ارشاد ثم صدقنا ھم الوعد کا کچھ مطلب نہیں رہے گا۔ مگر قادیانی حضرات میاں نصیر الدین صاحب کی تشریح کو اگر قبول کر لیں تو کم از کم انہیں توہین انبیاء کا مرتکب نہیں ہونا پڑے گا۔

چند مثالیں

۱۔ معلوم ہے مرزا صاحب کی پہلی شادی مسمات حرمت بی بی سے قریباً ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ اور پھر ۱۸۵۶ء میں خان بہادر مرزا سلطان احمد ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پھر اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور بچاری معلقہ رہی۔ ایک پیغمبر کے لئے اس قسم کی بے انصافی کس قدر معیوب ہے جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے آیا ہو وہ خود انسانی حقوق کی اضاعت کا مجرم ہو۔ پھر سگے ماموں کی لڑکی، صلہ رحمی کے لحاظ سے بھی کبیرہ گناہ ہے۔

اب ہمارے قادیانی دوست مرزا صاحب کو بچانے کے لئے کبھی حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کی آڑ لیتے ہیں۔ کبھی حضرت لوط اور حضرت نوحؑ کی بیویوں کی بحث چھیڑ لیتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے لئے ان کو نئی قسم تصور کریں۔

۲۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی دوسری اہلیہ نصرت جہاں بیگم کی خوشنودی اور مرزا سلطان احمد اور اس کی والدہ کو اپنے ترکہ سے محروم کرنے کے لئے ایک حیلہ بنایا جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ میں اسلام کی مدد کے لئے تیس جلدوں میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں جس کا نام "براہین احمدیہ" ہوگا لیکن اس کی اشاعت کے لئے میرے پاس پیسے نہیں۔ اس لئے میں اپنی تمام زمین مکان وغیرہ منقول جائداد اپنی اہلیہ نصرت جہاں کے پاس اس شرط پر رہن رکھتا ہوں۔ اگر میں یہ جائداد مدت مقررہ میں فک نہ کر سکا، تو اسی زر رہن مبلغ دس ہزار روپیہ میں بحق نصرت جہاں بیگم بیع تصور ہوگی۔ اس وقت یہ قانون بیع بالوفا کے نام سے رائج تھا۔ جسے غالباً انگریزی حکومت نے بھی ظالمانہ سمجھ کر منسوخ کر دیا۔ مگر مرزا صاحب نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی پہلی اولاد کو محروم کر دیا۔

ہمارے قادیانی دوست مرزا غلام احمد کے اس کردار کو درست ثابت کرنے کے لئے ایسی توجیہات بیان کرتے ہیں۔ جس سے مرزا غلام احمد تو کیا بچیں گے۔ پہلی نبوتوں اور سابق انبیاء علیہم السلام کے مقام پر بھی حرف آتا ہے۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے "جو شخص کسی جائز وارث کو محروم کرے وہ جنت کی بو نہیں پائے گا"۔ قادیانی حضرات کبھی تو یہ فرماتے ہیں کہ مرزا سلطان احمد آخر عمر میں قادیانی ہو گیا تھا۔ کبھی فرماتے ہیں وہ اگر قادیانی ہو جاتا تو اسے ضرور جائداد کا حصہ ملتا۔ کبھی فرماتے ہیں، نبیوں کی جائداد نہیں ہوتی وہ جو چھوڑیں صدقہ ہوتا ہے لیکن مرزا صاحب کی ساری جائداد ان کی ثانوی اولاد نے سنبھال لی۔ پہلی اولاد کو کچھ نہیں ملا۔ بہتر ہے کہ مرزا غلام احمد کو نئی قسم کی چیز سمجھ لیا جائے وہ جو چاہیں کریں۔ ان پر الزام نہ ہو اور سابق انبیاء علیہم السلام قادیانی الزامات سے محفوظ نہ رہیں۔

۳۔ مرزا غلام احمد صاحب پہلی اہلیہ سے دل برداشتہ تھے۔ وہ بچاری بصورت معلقہ وقت گزار رہی تھی۔ آخر ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب نے ایک نو عمر باکرہ لڑکی مسمات نصرت جہاں بیگم سے شادی کی۔ اس کے والد کا نام ناصر نواب تھا۔ یہ بچارے

نام کے نواب تھے۔ نکاح کے بعد جلد ہی بوریا بستر سمیٹ کر دہلی سے قادیان آ گئے اور ارادہ کے قدموں میں لڑکی کے گھر ڈیرے ڈال دیئے۔

اسی اثناء میں ہشیار پور جا کر چلہ کشی کا خیال پیدا ہوا۔ ان ہی ایام میں نئی بیگم صاحبہ باامید ہو گئیں۔ مرزا صاحب نے عبداللہ سنوری سے کہا تھا کہ خدا مجھ سے دیر دیر تک باتیں کرتا رہتا ہے۔ اس چلہ میں ایک لڑکے کی پیدائش کا الہام ہوا۔ جس کا نام عمونئیل ہوگا۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے مرزا عمونئیل کی پیدائش کا اعلان بذریعہ اشتہار کر دیا اور اس کے لئے کئی القاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ مظہر الحق والعلاء، کان اللہ نزل من السماء۔ لوگوں نے جب مذاق اڑایا تو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار میں بتایا، یہ بچہ ایک عظیم الشان نشان ہوگا اور اسی سے آں حضرت ؐ کی صداقت ظاہر ہوگی۔ مسیح علیہ السلام کے احیاء موتی کے معجزے سے بھی زیادہ پروقار ہوگا۔ البتہ میعاد میں توسیع کر کے کہا کہ ۹ سال کے اندر اندر ہوگا پھر ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا کہ یہ موعود لڑکا بڑی جلدی ہونے والا ہے (چالاکی یہ تھی کہ بیوی تو حاملہ ہی ہے اگر اسی حمل سے لڑکا پیدا ہو گیا تو اس کا نام عمونئیل رکھ ڈھنڈورا پٹوا دیں گے اور اگر مقصد اسی حمل سے حل نہ ہوا، تو مریدوں کو ۹ سال کی مزید امید میں ڈال دیں گے) مگر ہزار امیدوں اور دعاؤں کے بعد حمل وضع ہوا تو عمونئیل کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی غیر مسلموں نے اسلام کا مذاق اڑایا اور مسلمانوں نے مرزا کا۔

مرزا صاحب پھر کوشش اور دعائیں کرنے لگے کہ بیوی پھر امید سے ہو۔ چنانچہ گود ہری ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو مرزا صاحب کے ہاں نصرت بیگم کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا اور مرزا صاحب نے ۸ اگست ۱۸۸۷ء کو اشتہار دیا کہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے مطابق وہ عظیم الشان لڑکا جس کا نام عمونئیل ہے آج ۱۲ بجے رات پیدا ہو گیا۔ مرزا صاحب نے یہ اشتہار خوشخبری کے عنوان سے تحریر شائع کیا لیکن بدنصیبی ملاحظہ فرمائیے کہ مرزا عمونئیل صاحب قریباً ۱۵ ماہ زندہ رہ کر ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو بوڑھے ابا کو داغ مفارقت دے گیا۔ عمونئیل اور کان اللہ نزل من السماء کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ مرزا صاحب اسلام کا نام لے کر غیر مسلموں کو تمسخر کا موقع دیتے رہے۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے انہیں تنبیہ کی کہ وہ اس قسم کی مضحکہ خیز پیش گوئیاں ترک کر دیں۔ مرزا صاحب ان سے بھی بگڑنے لگے۔

معلوم ہے کہ خرص تخمین سے پیشگوئیاں کرنا سچے اور پاکباز لوگوں کا کام نہیں۔ پھر پیشگوئی جھوٹی نکلنے پر ہیرا پھیری کرنا سچے انبیاء کو مرزا غلام احمد کی سطح پر لانے کی کوشش کرنا، ملک میں خلفشار کے سوا اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اب بعض قادیانی دوست مرزا محمود صاحب خلیفہ ثانی کو عمونئیل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بے چارے اس مدت کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ جو عمونئیل کے لئے ان کے ابا نے مقرر کی تھی۔ اور ان کی پیدائش کے وقت مرزا صاحب نے ان کو عمونئیل نہیں کہا۔ اس لئے کہ پہلی لڑکی اور مرنے والے عمونئیل کے بعد مایوس ہو گئے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ لوگ عمونئیل کو بھول بھی جائیں۔ ایسے کم سواد بزرگوں کو اگر سابقہ صادق انبیاء کی فہرست میں شامل کر لیا جائے تو تمام انبیاء غیر مسلم قوموں کی نظر میں مذاق بن جائیں گے۔ بلکہ اس قسم کے کمزور مدعی جن کے وعدے اور پیش گوئیاں مشکوک ہوں سارے عقلمندوں کی نظر میں ساقط الاعتبار ہوں گے۔

مرزا صاحب خود بھی نبوت کے سلسلے میں مطمئن نہیں تھے۔ پہلی تصانیف میں آنحضرت کو اسی معنی میں خاتم النبیین سمجھتے رہے جس معنی میں علمائے المسلمین انہیں آخری نبی سمجھتے تھے۔ مجدد، مصلح مسیح موعود، مریم ابن مریم آدم شیث نوح، ابراہیم، اسحاق، اسمٰعیل یوسف رہ چکے ہیں۔ برہمن اوتار میکائیل اور گوپال وغیرہ دعاوی کرتے رہے ہیں، اپنے متعلق یقین نہیں تھا وہ کیا ہیں۔ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں خیال ہوا کہ وہ بیوقوفوں کا جائزہ لیں کہ وہ نبوت کو بھی گوارا کرتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اس اشتہار سے ظاہر

ہوتا ہے کہ ان کا جی تو نبوت کے لئے مستعد رہا تھا مگر وہ گھبراتے تھے اور علماء کی گرفت سے ڈرتے تھے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مستقل طور پر نبی ہوں۔ گویا اپنے آپ کو غیر مستقل قسم کا نبی سمجھتے ہیں۔ یہ اشتہار مرزا صاحب نے ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو دیا۔ گویا چھپتے ہوئے غیر مستقل نبی رسول کا دعویٰ ہو گیا۔

۳۔ عام قادیانی معیارِ صداقت کے مطابق مرزا صاحب کو سچا ہونے کے لئے ابھی کئی سال اور جینا چاہئے تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں سچے نبی کو ۲۳ سال ضرور زندہ رہنا چاہئیے (اربعین ص۶-۴) لیکن مرزا صاحب کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا۔ دعویٰ نبوت کے بعد قریباً ۱/۲ ۶ سال زندہ رہے۔ غرض انتہائی شوق کے باوجود نہ مسلمانوں کے معیار پر صحیح اترتے ہیں نہ قادیانی معیار پر۔ ایسے آدمی کو صادق انبیا کا مماثل کیسے سمجھ لیا جائے۔

۴۔ پہلے انبیاء علیہم السلام خصوصاً جن کا قرآن عزیز میں ذکر ہے ہر ایک نے دعویٰ نبوت اس طرح واضح فرمایا کہ اس کی امت کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوا لیکن مرزا صاحب کی موت کے تھوڑے عرصہ بعد قادیانی حضرات دو حصوں میں بٹ گئے۔ لاہوری جماعت کا خیال ہے کہ وہ نبی نہیں تھے۔ مولوی محمد علی، مولوی احسن امروہی، خواجہ کمال الدین، مولوی صدرالدین وغیرہ اکابر جو برسوں مرزا صاحب کے ساتھ رہے وہ ان کے دعویٰ نبوت کا کھلا انکار کرتے ہیں۔ قادیانی حضرات کو ان کی نبوت پر اصرار ہے۔ استدلال میں دونوں مرزا صاحب کی کتابیں پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے مرزا صاحب خود اپنے دعویٰ کے متعلق مطمئن نہیں تھے۔ ان کے بیان میں تذبذب ہے۔

۵۔ جب مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے غلط ہونے کا ذکر ہوا تو مرزا صاحب اور ان کے خلفاء نے پہلے انبیاء پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ جب دعووں کا موقع آیا تو ایک نہیں کئی دعوے کر دیئے۔ مراق کی کرشمہ سازیاں بر سر کار آ گئیں۔ سچے

لوگوں کے قول و عمل میں تفاوت نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب میں بعض ایسی کمزوریاں ہیں جو راست بازوں میں نہیں ہوتیں۔ نبوت تو بڑی چیز ہے۔ عام با اخلاق اور اصحاب مروت میں بھی ان کا شمار مشکل ہے۔ عفیفہ محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ سے نکاح نہ ہونا تو مشہور ہے۔ مرزا صاحب نے جس انداز سے اس کے رشتہ کا اپنے لئے مطالبہ کیا وہ طریق کسی با مروت اور با اخلاق آدمی کے لئے مناسب نہیں۔ مرزا غلام حسین مرزا غلام احمد کے عمزاد بھائی تھے جو عرصہ سے مفقود الخبر تھے۔ ان کی زمین ان کی اہلیہ کے نام منتقل ہو چکی تھی اور یہ مرزا احمد بیگ ہشیارپوری کی ہمشیرہ تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ یہ زمین اپنے بھتیجے مرزا احمد بیگ کے لڑکے کے نام منتقل کروا دیں۔ مرزا احمد بیگ اس مقصد کے لئے مرزا غلام احمد کے پاس آتے کہ وہ اس ہبہ نامہ پر دستخط کر کے قانوناً اس کی تکمیل کر دیں۔ مرزا صاحب نے سودا شروع کر دیا کہ تم محمدی بیگم کا نکاح مجھ سے کر دو۔ میں اس ہبہ نامہ کی تکمیل کروں گا۔ شریف آدمی ایسی شرائط سے کبھی رشتے نہیں کرتے۔ دیہات کے دور افتادہ تعلیم سے بے بہرہ علاقوں میں اس قسم کے رشتے ہوتے ہیں جیسے وہاں کے شرفا بھی پسند نہیں کرتے۔ نکاح تو مرزا صاحب کا اب بھی نہیں ہوا بلکہ اس "صغیرۃ السن حسنا" سے تعلق کی حسرت قبر میں مرزا صاحب کے ساتھ دفن ہوئی، مگر زمین دے دینے کے بعد مرزا احمد بیگ کی منت کرتے ناکامی کے باوجود اخلاق و مروت کے لحاظ سے مرزا صاحب بدنام نہ ہوتے نکاح نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اور اب تو امید بھی خاک میں مل گئی۔ اس عفیفہ نے مرزا سلطان احمد کے ساتھ بڑی وفاداری اور ٹھاٹھ سے زندگی گذاری۔ یہ تو شرط کا معاملہ تھا اس کے بعد طلب تحریص کے لئے جو راہ مرزا صاحب نے اختیار فرمائی وہ بھی شرافت اور مروت کے خلاف تھی۔ خدا کا فیصلہ تو تھا ہی نہیں اگر تھا تو وہی کہ نکاح مرزا سلطان احمد سے ہو۔ ایک دھاندلی تھی۔ ناکامی کی صورت میں چپ ہو جاتے تو کسی حد تک شریفانہ فعل ہوتا۔ یہ ہنگامہ آرائی، اشتہار بازی تو قطعاً نامناسب تھی۔ غرض

مرزا غلام احمد کی پوری زندگی تاریکیوں کا مجموعہ ہے۔ ان کے معاملات کے بعض حصے اخلاقی کمزوریوں اور بے مروتی و بد زبانی سے بھرپور ہیں۔ انہیں پیمبر مان لینے سے مقام نبوت کی سربلندیاں یکسر ختم ہو جائیں گی۔

دو صدیوں کا موازنہ

اٹھارہویں صدی کے اواخر تک ہندوستان میں بڑے بڑے عالم اور پاکباز لوگ موجود تھے۔ سید احمد شہید اور ان کے محترم رفقاء جن کے کردار نے دنیا میں صحابہ کے کارنامے زندہ کر دیئے۔ مولانا سید نذیر حسین، مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا مملوک علی۔ نواب صدیق حسن خان۔ مولانا عبداللہ الغزنوی اور ان کے ابنائے کرام، مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ۔ مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی وغیرہم رحمہم اللہ ذکر و فکر کے حلقوں میں بھی بڑے بڑے باکمال حضرات موجود تھے۔ ان اکابر سے کسی کو دعوئی نبوۃ کا خیال تک بھی نہیں آیا۔ اس لئے کہ وہ مقام نبوت کی بلندیوں کو سمجھتے تھے۔

مرزا صاحب کے دعوے کے بعد جب ان کی کمزوریاں، غلط کاریاں سامنے آئیں اور دفاع میں قادیانی حضرات نے جو راہ اختیار کی اس سے اس قسم کے نبی بارش کی طرح برسنے لگے جن میں بعض حضرات مرزا صاحب سے بھی گئے گزرے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ باکمال لوگ برسوں اور قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

قرنہا باید کہ تا صاحب دلے پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

اور یہاں جھوٹوں کی فراوانی ملاحظہ فرمایئے ۱۔ چراغ الدین جمونی۔ ۲۔ ظہیر الدین اروپی۔ ۳۔ محمد بخش قادیانی۔ ۴۔ یار محمد وکیل ہشیار پوری۔ ۵۔ عبداللہ تیماپوری۔ ۶۔ سید عابد علی۔ ۷۔ عبداللطیف گناچوری۔ ۸۔ ڈاکٹر محمد صدیق بہاری۔ ۹۔ ماسٹر احمد سعید سبز پالی ۱۰۔ احمد نور کابلی۔ ۱۱۔ نبی بخش پسروری ۱۲۔ عبداللہ پٹواری چیمہ وطنی ۱۳۔ فضل احمد چنگا بنگیالی۔ ۱۴۔ غلام محمد مصلح موعود و قدرت ثانی۔ ۱۵۔ خواجہ اسماعیل لندن

۱۶۔ سید محبوب شاہ گوجرانوالہ۔

ان سولہ جھوٹے بزرگوں کے کچھ حالات، الہامات، تاویلات اور حیلوں کا ذکر نہ کیا جائے تو مضمون میں یقیناً تشنگی رہے گی لیکن مضمون پہلے کچھ لمبا ہو گیا۔ صحت بھی زیادہ کام کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے آپ یوں سمجھئے کہ ان حضرات میں اکثر قادیانی ہیں۔ انہیں الہامات کا فیضان مرزا صاحب سے ورثہ میں ملا ہے۔ تاویلات اور ہیرا پھیری میں یہ مرزا صاحب کے ہی ظل و بروز ہیں۔ یہ حضرات ان مرزا صاحب کو بھی نبی مانتے ہیں۔ میں نے آخری بزرگ سید محبوب شاہ کو دیکھا ہے۔ حلوائی کا کام کرتے تھے۔ دو بیویاں تھیں۔ ایک بہت زیادہ معمر تھی۔ اس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ زیادہ تر آسمان پر رہتی ہے۔ اس کو بھی الہامات ہوتے ہیں۔ ایک بالکل نوعمر تھی۔ بمشکل سولہ سترہ سال کی ہوگی۔ شاہ صاحب ستر پچھتر کے پس و پیش تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر ضرورت ہو تو خداوند اپنا اسسٹنٹ رکھ سکتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی بھی نبی ہیں۔ ان کا الہام تھا "دو رسول رسالت کرن"۔ کبھی کبھی نماز پڑھتے تھے۔ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ چھوٹی اہلیہ کو بھی نبوت کا عارضہ ہونے لگا تھا۔ الہامات شروع ہو گئے۔ شاہ صاحب کی موت کے بعد ایک ہم عمر جوان سے شادی ہو گئی اور عیالداری میں مشغول ہو گئی۔ الہام وغیرہ کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ نبوت کا عارضہ بھی اب نہیں رہا صحتمند ہے۔ ساری مصیبت مقام نبوت کے ساتھ اس مذاق کی وجہ سے پیش آئی جو مرزا غلام احمد اور ان کے عقیدت مندوں نے اختیار کیا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا

درسِ منتخباتِ قرآن

ترتیب: پروفیسر عبداللہ شاہین

حیاتِ شہداء

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (البقرۃ ۱۵۴) ترجمہ:- جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں اُن کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مُردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔"

تفاسیر

تدبرِ قرآن

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے نزدیک تو زندگی نام بس اسی دنیا کی زندگی کا ہے جو آدمی مرا یا مارا گیا بس وہ ختم ہو گیا لیکن مومن کے نزدیک تو یہ زندگی چند روزہ اور فانی ہے۔ اصلی زندگی کا آغاز جو ابدی ہے۔ اُس وقت ہوتا ہے جب یہ زندگی ختم ہوتی ہے یہ زندگی عالمِ برزخ اور پھر عالمِ آخرت میں حاصل ہوتی ہے جہاں تک موت کے بعد زندگی کا تعلق ہے۔ یہ حاصل تو کافر و مومن سب ہی کو ہوتی ہے لیکن کفّار کی زندگی چونکہ عذاب کی ہوتی ہے اس وجہ سے وہ قابلِ ذکر نہیں۔ البتہ اہلِ ایمان برزخ کی زندگی میں بھی اپنے اپنے مراتب و مدارج کے لحاظ سے مسرور ہوتے ہیں۔ بالخصوص ان میں سے جو لوگ راہِ حق میں شہادت کا مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کے انعامات ان کو عالمِ برزخ ہی سے ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔

ابنِ کثیر

فرمایا کہ شہیدوں کو مُردہ نہ کہو، بلکہ وہ ایسی زندگی میں ہیں جسے تم نہیں سمجھ سکتے۔ انہیں حیاتِ برزخی حاصل ہے اور وہاں وہ روزیاں پا رہے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں۔ اور جنّت میں جس جگہ چاہیں چرتی چگتی پھرتی ہیں۔ پھر ان قندیلوں میں آ کر بیٹھ جاتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔ ان کے ربّ نے ایک مرتبہ انہیں دیکھا اور اُن سے دریافت کیا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ خدایا! ہمیں تو تُو نے وہ وہ دے رکھا ہے جو کسی کو نہیں دیا پھر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہو گی۔ ان سے پھر یہی سوال ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب ہمیں نہیں چھوڑا جاتا۔ تو کہا۔ خدایا! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج۔ ہم تیری راہ میں پھر جنگ کریں، پھر شہید ہو کر تیرے پاس آئیں اور شہادت کا دُگنا درجہ پائیں۔ ربّ جلّ جلالہٗ نے فرمایا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میں لکھ چکا ہوں کہ مرنے کے بعد کوئی دنیا کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ مومن کی رُوح ایک پرندہ ہے جو جنتی درختوں پر رہتی ہے اور قیامت کے دن وہ اپنے جسم کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مومن کی روح وہاں زندہ ہے لیکن شہیدوں کی روح کو ایک طرح کی عزّت اور عظمت حاصل ہے۔

معارف القرآن

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اسلامی روایات کی رُو سے ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کو محسوس کرتا ہے اس میں مومن و کافر یا صالح یا فاسق میں کوئی تفریق نہیں لیکن اس حیاتِ برزخی کے مختلف درجات ہیں۔ ایک درجہ تو سب کو عام اور شامل

ہے۔ کچھ مخصوص درجے انبیاء و صالحین کے لئے ہیں اور ان میں باہمی تفاضل ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے بیان القرآن میں فرمایا ہے۔ ایسے مقتول کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے شہید کہتے ہیں۔ اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے۔ لیکن اس کی موت کو دوسرے مُردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے گو برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے لیکن شہید کو اور مُردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کی یہ حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے۔ جیسے انگلیوں کے اگلے پوروں اور ایڑھی دونوں میں حیات ہے لیکن انگلیوں کے پوروں میں حیات کے آثار، احساس وغیرہ بہ نسبت ایڑھی کے زیادہ ہیں۔ اسی طرح شہداء میں آثارِ حیات عام مُردوں سے بہت زیادہ ہیں۔ حتیٰ کہ شہید کی اس حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مُردوں کے اس کے جسدِ ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسم خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسم زندہ کے صحیح سالم رہتا ہے۔ جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء (زندہ) کہا گیا اور اُن کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی مگر احکامِ ظاہرہ میں وہ عام مُردوں کی طرح ہیں۔ ان کی میراث تقسیم ہوتی ہے۔ اور ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کر سکتی ہیں۔ یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السّلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیاتِ برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں کہ ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس اس حیات میں سب سے قوی انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر شہداء اور پھر معمولی مُردے۔ البتہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء و صالحین بھی اس فضیلت میں شہداء کے شریک ہیں۔

حاصلِ مطالعہ:۔ قرآنِ حکیم کی بہترین تفسیر وہی ہے جو خود صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ حضور سے بڑھ کر کوئی قرآن کے مقصد، مفہوم اور مراد کو نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ شارحِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ شہداء کی زندگی اور رزق کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں ڈال دیتا ہے اور وہ جنّت کی آزادانہ سیر کرتی اور پھل کھاتی پھرتی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے انعام و اکرام بڑھانے کی بات کرتا ہے تو شہداء کی ارواح دنیا میں مراجعت کی تمنّا کرتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور حتمی فیصلے کی رُو سے دنیا میں واپسی کو امرِ محال بتاتا ہے۔

بعض لوگوں کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ وہ اس اعزازی اور برزخی زندگی کو عام دنیاوی زندگی کی طرح سمجھتے ہیں بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ان کی روحیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ایسے ماتحت الاسباب طریقے پر مدد کرنے کی طاقت تو کسی انسان کو زندگی میں بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ مرنے کے بعد ایسی قوت کسی کو حاصل ہو۔ بہرحال یہ تفسیر مذکورہ احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار ہے۔

احکام و مسائل

مولانا ابوالسلام محمد صدیق۔ سرگودھا

کیا مسلمان خاتون کی نعش کا پوسٹ مارٹم غیر محرم مردوں سے کرانا جائز ہے؟

سوال:۔ بنگلہ دیش کی پہلی مسلمان کمرشل پائلٹ خاتون کے والد نے عالم اسلام کے راہنماؤں سے اپیل میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا مسلمان ممالک میں کسی مسلم خاتون کی نعش کا مَردوں اور غیر مسلم کے ہاتھوں پوسٹ مارٹم جائز ہے جبکہ خواتین ڈاکٹر بھی موجود ہوتی ہیں۔ اور کیا اس کی کوئی متبادل صورت نہیں ہو سکتی؟ یہ سوال اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ سید ولی اللہ ڈھاکہ کے رہنے والے ہیں۔ اور ان کی صاحبزادی الحاجہ کیپٹن سیدہ کنیز فاطمہ رخسانہ بنگلہ دیش کی پہلی اور عالم اسلام کی دوسری خاتون تھیں جو کسی ایئر لائنز میں کمرشل پائلٹ کے طور پر متعین ہوئیں۔ ۵ اگست ۱۹۸۴ء کو بنگلہ دیش ایئر لائنز (بیمان) کا وہ طیارہ جسے وہ چلا رہی تھیں حادثہ کا شکار ہو گیا۔ مسافروں کے ساتھ وہ بھی جاں بحق ہو گئیں۔ ان کی نعش ڈھاکہ میڈیکل کالج مارگ لے جائی گئیں۔ جہاں ان کا دوسری نعشوں کی طرح پوسٹ مارٹم مَردوں نے کیا اور ان میں بعض ڈاکٹر غیر مسلم بھی تھے۔

جواب: سوال تو اپنے مقام پر بجا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جس کنیز فاطمہ رخسانہ کے لئے یہ سوال اٹھایا گیا ہے وہ اس کی اہل بھی ہے کہ اس کے پوسٹ مارٹم کے بارے میں یہ بحث کی جا سکے کہ مرد ڈاکٹر اس کا پوسٹ مارٹم کرنے کے شرعاً مجاز بھی ہیں یا نہیں۔؟

عورت کا دائرہ کار

اسلام نے مسلمان عورت کے لئے اس کا ایک اپنا دائرہ کار متعین کر دیا ہے۔ اور اس کے لئے معاشی اور معاشرتی حقوق کی حد بندی کر دی ہے۔ اس کے باوصف جو عورت اپنی ان حدود کو پھلانگنے اور اپنے اس دائرہ کار سے تجاوز کرنے میں اطمینان کا سانس لیتی ہے۔ اسلام اس کے وقار اور احترام کو قبول نہیں کرتا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:۔

اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اھل الذمة والمؤمنات اذا عصین اللہ وتجریدھن۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۳۴) "ذمی عورت ہو یا وہ مسلمان عورت جو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتی ہے آدمی کو اس کے بال دیکھنے اور اس کو ننگی کر کے تلاشی لینے کی ضرورت ہو تو جائز ہے"

اس ترجمہ کی وضاحت میں انہوں نے حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث بیان کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر حضرت علیؓ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت ابو مرثد غنویؓ نے روضہ خاخ پر ایک عورت کو پکڑا اور اس سے خط کا مطالبہ کیا جو حاطبؓ نے اس کو دیا تھا۔ جواب میں وہ عورت کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے تو حضرت علیؓ نے کہا لتخرجن الکتاب اولنطقین الثیاب یعنی "تو خط دے گی یا تجھے کپڑے اتارنے پڑیں گے"۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے اولنجردن "یا ہم ننگا کر کے تلاشی لیں گے"، چنانچہ اس نے بالوں سے رقعہ نکال کر دے دیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے ابن المنیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں یہ وضاحت نہیں کہ عورت

سلمان تھی یا ذمی کافرہ تھی۔ لکن لما استوی حکمھما
ں تحریم النظر لغیر حاجۃ شملھما الدلیل
فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۲) یعنی " جب ان کی طرف بلاضرورت
ظر کرنا حرام ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا حکم بھی ایک
ہے " اس لئے ضرورت کے وقت ان کو ننگا کرنا یا ان کے بالوں
نظر کرنا دلیل کی رُو سے صحیح ہے۔ ذمی کافرہ عورت ہو یا
لمان نافرمان عورت، اسلام ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے
اجازت دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمان عورت جو
تعالےٰ کی فرمانبردار ہے وہ عورت اللہ تعالےٰ کے نزدیک
ار اور باعظمت ہے اور جو مسلمان عورت اللہ تعالےٰ کی
مان ہے اس کی وہ قدر و منزلت نہیں جو ایک اللہ تعالےٰ
فرمانبردار مسلمان عورت کو حاصل ہے۔ مرحومہ نے پائلٹ
پیشہ اختیار کر کے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ اسلام کی
ئی کا باعث بنی ہے۔ اس کا یہ پیشہ چاردیواری اور چادر
ے حرمتی کا سبب ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ نے جہاد میں جانے کی جب اجازت
ی تو آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا جہادکن الحج
" تمہارا جہاد حج ہے " یہ اس لیے کہ جہاد کرنا عورت
دائرۂ کار سے خارج ہے۔ یہ مردوں کا کام ہے۔

جو عورت چاردیواری سے باہر نکل آتی ہے بے پردہ
دفاتر میں بھرتی ہوتی ہے یا وکالت کا کام سرانجام دیتی ہے
یا پائلٹ بن کر جہاز اڑاتی ہے وہ اسلامی حدبندیوں کو توڑ کر
یر مردوں کے لئے دیدنی اور شنیدنی ہو جاتی ہے۔ اور
دوں سے مصافحہ و معانقہ کرتی ہے تو اس قسم کی عورت
متعلق یہ سوال اٹھانا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا کہ کیا ایک مسلمان
ت کی نعش کا مردوں اور غیر مسلم ہاتھوں سے پوسٹ مارٹم
ہے؟ بایں وصف پیش آمدہ مسئلہ موجودہ دور کی اہم
ہے جس کا حل ضروری ہے اور علماء اسلام کو اپنے خیالات
کا اظہار کرنا چاہیئے۔

خاوند کا بیوی کی نعش کو ہاتھ لگانا

سوال میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلام کے مطابق مسلمان عورت کی نعش کو اس کا خاوند بھی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس مسئلے کے ثبوت میں بعض علماء کے قیاس کو زیادہ دخل ہے۔ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ بیوی کی نعش کو ہاتھ لگانا تو ایک معمولی بات ہے خاوند بیوی کی نعش کو اسلام کی رُو سے غسل دینے کا بھی مجاز ہے۔ ابن المنذر کی روایت کے مطابق حضرت علی رضؓ کو ان کی بیوی نے غسل دیا تھا۔ صحابہ رضؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے انکار نہیں کیا گویا کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کو فرمایا۔ کہ تو اگر مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں تجھ کو غسل دوں گا اور کفناؤں گا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ اگر مجھے پہلے پتہ چل جاتا کہ عورت اپنے خاوند کو شرعاً غسل دینے کی مجاز ہے تو سوائے ازواجِ مطہرات کے آپ کو دوسرا کوئی شخص غسل نہ دیتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے وصیت کی تھی کہ ان کی بیوی ان کو غسل دے۔ ابوموسیٰ کو ان کی بیوی نے غسل دیا۔ امام احمد نے کہا ہے کہ اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں۔

خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو اسلامی تعلیم کی رُو سے غسل دے سکتی ہے اور کوئی دوسرا شخص عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ خواہ عورت محرمہ ہو۔ مثلاً باپ بیٹی کو، بھائی بہن کو، بیٹا ماں کو، بھتیجا پھوپھی کو، بھانجہ خالہ کو شرعاً غسل نہیں دے سکتا۔ اسی طرح غیر محرم بھی عورت کو غسل دینے کا شرعی طور پر مجاز نہیں ہے۔

اجنبی مرد

اگر کوئی مرد مر گیا ہے۔ اجنبی عورتوں کے سوا دوسرا کوئی شخص موجود نہیں ہے جو اس کو غسل دے سکے، یا عورت مر گئی ہے اجنبی مردوں کے سوا کوئی ایسی

عورت نہیں جو اس کو نہلا سکے۔ یا خنثیٰ مشکل ہے۔ ان صورتوں میں غسل کے بجائے تیمم کروایا جائے۔ یہ قول سعید بن مسیب۔ نخعی۔ حماد۔ مالک۔ اصحاب الرائے اور ابن المنذر کا ہے۔ ابو الخطاب سے مروی ہے کہ قمیص کے اوپر سے اس کو غسل دیا جائے۔ اور اوپر سے ہی پانی بہایا جائے۔ جسم کو مس نہ کیا جائے۔ یہ قول حسنؒ اور اسحٰقؒ کا ہے۔

راجح مذہب تیمم ہی ہے۔ امام رازی نے اپنی فوائد میں مکحول کی سند سے واثلہ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا ماتت المرأۃ مع الرجال لیس بینھما وبینھم محرم تیمم کما تیمم الرجال۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۵۲۶) مردوں کی موجودگی میں عورت مر جاتی ہے اس کے مردوں کے درمیان محرمی رشتہ نہیں ہے۔ تو اس صورت میں عورت کو اسی طرح تیمم کروایا جائے جس طرح مردوں کو کروایا جاتا ہے۔"

اپریشن اور پوسٹ مارٹم

جب صورت حال یہ ہے کہ عورت کو اجنبی مرد غسل نہیں دے سکتا تو اجنبی ڈاکٹر کو شرعاً اپریشن اور پوسٹ مارٹم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اس میں کچھ تفصیل ہے۔

۱۔ لیڈی ڈاکٹر موجود ہے جو بخوبی اپریشن کر سکتی ہے۔ اس صورت میں مرد ڈاکٹر کو اجازت نہیں کہ وہ غیر محرم عورت کا اپریشن کرے۔

۲۔ لیڈی ڈاکٹر اپریشن کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ یا لیڈی ڈاکٹر مفقود ہے تو اس صورت میں مرد ڈاکٹر غیر محرم عورت کے اپریشن کرنے کا مجاز ہے۔

۳۔ جلد اپریشن نہ کرنے میں موت کے واقعہ ہونے کا خطرہ ہے لیڈی ڈاکٹر میسر نہیں تو ایک مجبوری امر ہے۔ اس صورت میں ڈاکٹر کو عورت کے اپریشن کرنے کی شریع اجازت دیتی ہے مقولہ مشہور ہے الضرورات تبیح المحظورات یعنی "ضرورت حرام اشیاء کو مباح کر دیتی ہے۔ چنانچہ

بخاری میں ایک باب میں ہے۔ مداواۃ النساء فی الغزو۔ یعنی غزوہ میں عورتوں کا زخمیوں کی مرہم پٹی کر[نا] جائز ہے اس باب کی تائید میں امام بخاری نے ربیع بنت معوذ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَسْقِي الْمَاءَ وَنُدَاوِي الْجَرْحَى وَنَرُدُّ الْقَتْلَى

(بخاری ج ۱ ص ۴۰۳)

"ربیع بنت معوذ روایت کرتی ہیں کہ غزوات میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتی تھیں۔ مجاہدوں کو پانی پلاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور شہید ہونے والو[ں] کو اٹھا کر مدینہ پہنچاتی تھیں"

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ زخمی ہونے والے اجنبی مردوں کی عورت مرہم پٹی اور ان کا علاج وغیرہ کرنے کی مجاز ہے۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ جواز معالجۃ المرأۃ الاجنبیۃ الرجل الاجنبی للضرورۃ۔ یعنی "اس حدیث میں اس بات [کی] دلیل ہے کہ لاچاری کی حالت میں اجنبی عورت اجنبی مرد کا علاج وغیرہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح اجنبی مرد عورت کا علاج کر سکتا ہے۔

پوسٹ مارٹم

اپریشن کا تعلق زندہ سے ہے اور پوسٹ مارٹم کا تعلق مردہ سے ہے اسی بناء [پر] اپریشن کی نوعیت سے پوسٹ مارٹم کی نوعیت مختلف ہے۔

۱۔ بہتر یہی ہے کہ پوسٹ مارٹم نہ کیا جائے اس سے میت کی بے حرمتی ہوتی ہے (۲) اگر قانونی تقاضا اور تفتیش کے پیش [نظر] پوسٹ مارٹم کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو اول تو عورت کا پوسٹ مارٹم کسی لیڈی ڈاکٹر سے کروایا جائے اس لئے کہ مرد کو غیر محرم عورت [کے] جسم کے کسی حصے کو نہ زندگی میں چھونے کی اجازت ہے اور نہ مرنے کے [بعد]

۳۔ پوسٹ مارٹم ضروری کرنا ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نہیں اور اس [کا] ملنا بھی ایک دشوار امر ہے تو اس صورت میں ڈاکٹر اجنبی عورت کا پوسٹ مارٹم کرنے کا مجاز ہے یہ بھی ایک مجبوری کی صورت ہے شرط یہ [ہے کہ] پوسٹ مارٹم کے حصہ کے علاوہ باقی جسم کو ننگا نہ ہونے دیا جائے۔

مولانا محمد عبید اللہ عفیف، صدر مدرس مدرسہ دار الحدیث چینیانوالی لاہور

مختصر حالات

میاں محمد ابراہیم خاں بلوچؒ

چوکھٹا

سرو قد، چھریرا اور ستا ہوا جسم، متناسب اعضاء، سرخ و سپید رنگ، خوبصورت تیکھی ناک، سرمئی سیاہ آنکھیں جن میں شب زندہ داری کے لال لال ڈورے پڑے ہوئے، سیدھی مانگ والے پٹے دار بال، کشادہ جبیں، قبضہ سے فراواں سفید ریش، لمبا اور سفید لباس مگر تہبند ٹخنوں سے اونچا ہوا، سفید دستار، مزاج میں لطافت، گفتار میں حلاوت، لہجہ میں رزانت، چال میں متانت، آواز میں گھن گرج، پُروقار رعب دار شخصیت، یہ تھے جماعت اہل حدیث ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب کے ایک گمنام باخدا بزرگ اور راقم السطور کے نانا میاں محمد ابراہیم خاں بلوچ رحمہ اللہ جن کا انتقال آج سے تیس برس پیشتر دسمبر ۱۹۵۳ء کو ہوا۔

مقام ولادت اور آباؤ اجداد

آپ موضع گٹی بلوچاں علاقہ منڈی گورو ہرسائے ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب ہند) میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت نامعلوم۔ والدگرامی کا نام میاں محمد امین خاں بن بنوں خاں بن میاں محمد عظیم خاں بن رستم خاں بن غریب نواز خاں جتوئی رحمہم اللہ۔ آپ کا یہ خاندان میر جلال خاں بلوچؒ کے منجھلے صاحبزادہ میر جاتن خاںؒ کی اولاد ہونے کے ناطے سے جتوئی بلوچ کہلاتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار جناب میاں محمد امین خان اگرچہ کوئی بڑے پڑھے لکھے تو نہ تھے، تاہم بڑے سلفی العقیدہ، متبع سنت، خوش اخلاق، کم گو، عابد و زاہد، تہجد گزار اور تلّاءً للقرآن بزرگ تھے۔ تلاوتِ قرآن تو آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ حتیٰ کہ ہل چلاتے اور دوسرے کام کاج کرتے وقت بھی تلاوت اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ رطب اللسان رہتے تھے۔ اسی طرح آپ کے پردادا میاں محمد عظیم خان بھی مستجاب الدعوات، صاحبِ کرامت اور مرجع خلائق بزرگ تھے۔ رحمہم اللہ

مسلک اہلحدیث سے گرویدگی

یہ خاندان پہلے حنفی المسلک تھا۔ اس خاندان میں سے سب سے پہلے جس شخصیت نے مسلک اہل حدیث اختیار فرمایا اس کا اسم گرامی میاں علی محمد خانؒ تھا۔ اور انہی کی مخلصانہ کاوشوں سے راقم کے نانا میاں محمد ابراہیم اور میاں محمد امین خان دونوں باپ بیٹا اہل حدیث ہوئے۔

بچپن اور تعلیم و تربیت

تعلیم و ترقی، ذرائع مواصلات اور دوسری شہری سہولتوں کے لحاظ سے ضلع فیروز پور بالعموم اور ہمارا علاقہ ریگ زار ہونے کی وجہ سے بالخصوص بہت پیچھے تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے علاقے بھر میں صرف ایک پرائمری اور ایک مڈل اسکول تھا۔

چنانچہ آپ جب اپنے والد بزرگوار میاں محمد امین خاں سے ناظرہ قرآن مجید پڑھ چکے تو اس پرائمری سکول میں داخل ہو گئے۔ ذہانت اور ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ دو سالوں میں پرائمری پاس کر لی۔

مگر افسوس کہ معاشی ناہمواریوں کی وجہ سے مزید تعلیم کا سلسلہ شروع نہ رکھ سکے۔ اور فکرِ معاش میں کھو کر رہ گئے۔

اس دور میں کبڈی اور کشتی دیہاتی جوانوں کے پسندیدہ کھیل ہوتے تھے۔ آپ کو بھی اس کا بڑا شوق تھا۔

توبہ اور رجوع الی اللہ

اس بے کار مشغلہ میں انہماک کے باوصف آپ اپنے چھوٹے بھائی اور راقم کے جدِ امجد مولانا محمد اسمٰعیلؒ بلوچ فیروز پوری[1]

---

[1] مولانا محمد اسمٰعیل بلوچ کے حالات اور سوانح حیات راقم کے قلم سے ہفت روزہ الاعتصام لاہور شمارہ ۴۲ مجریہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ و شمارہ ۴۶ مجریہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ میں دو قسطوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ عفیف

کی تعلیم پر پوری توجہ دیتے رہے۔ چنانچہ جب میرے دادا سہارنپور دیوبند اور دہلی کے مشہور مدارسِ دینیہ سے فارغ التحصیل ہوکر گھر تشریف لاتے۔ تو ان کی فہمائش پر آپ نے اس بکھیڑے سے سچی اور پکی توبہ کرلی۔ داڑھی رکھ کر وقت کی پابندی کے ساتھ پنجگانہ نمازی بن گئے۔ کام کاج سے فراغت کے وہ اوقات جو پہلے مذکورہ بکھیڑوں میں کھپتے تھے۔ اب وہ کتاب وسنت پر مشتمل اُردو لٹریچر کے مطالعہ میں کام آنے لگے چونکہ آپ بڑے ذہین اور فطین تھے۔ اور مزید برآں چھوٹے بھائی کا تعاون بھی میسّر تھا۔ لہٰذا آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں ضروریاتِ دین۔ عقائدِ سلفیہ، عبادات اور معاملات کے مسائل کا فہم حاصل کرلیا۔

اگرچہ آپ اس طرح معروف اصطلاح کے مطابق روایتی عالم دین تو نہ بن سکے تاہم تراجم قرآن مجید شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، مکمل سلسلہ کتب اسلام، مولانا رحیم بخش لاہوری، حمائل غزنویہ، تصنیفات حافظ محمد لکھوی، ریاض الصالحین مترجم وغیرھم کے شبانہ روز پیہم مطالعہ سے دین اسلام کی بہت کچھ واقفیت حاصل کرلی تھی۔ بعد میں تو اتنا پڑھ لکھ لیا تھا کہ عربی مشکوٰۃ المصابیح سے مطلوبہ مسئلہ خود دیکھ لیتے تھے۔

ذریعۂ معاش

والد بزرگوار کی تھوڑی سی زرعی اراضی تھی۔ دونوں بھائیوں کی اسی اراضی کی آمدنی پر گذر بسر تھی۔ جو کہ پورے کنبہ کے لئے قوتِ لایموت کا حکم رکھتی تھی۔ اس لئے بعض اوقات آپ اونٹ پر باربرداری کا کام بھی کرلیتے تھے۔ کچھ عرصہ نہر گوگیرہ برانچ کے ہیڈ ترکھانی کی پنسال پر ملازم بھی رہے۔ اور ہلکی پھلکی طبابت بھی کرتے تھے۔

سیرت اور کردار

صدق مقال اور اکل حلال کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ چنانچہ جب آج سے کوئی ستر اسّی برس پہلے فیروزپور میں قحط پڑا تھا تو بڑے بڑوں نے سود پر غلّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ہمارے گاؤں میں صرف ان دونوں بھائیوں نے سخت احتیاج کے باوصف سودی غلہ نہیں لیا تھا۔ اسی طرح آپ جب ضلع فیصل آباد (لائل پور) میں نہر گوگیرہ برانچ کے ہیڈ ترکھانی کی پنسال پر ملازم تھے تو آپ کے حلقہ پنسال میں نہر میں شگاف پڑ گیا۔ اس علاقے کے زمیندار اور کسان اکٹھے ہو کر آپ کے پاس آئے اور نہر کی تاوان سے بچنے کے لئے آپ کو رشوت پیش کی تو آپ نے ان کو کہا کہ میں رشوت کو حرام سمجھتا ہوں، اس لئے میں تو اپنی حلال روزی میں حرام کی آمیزش نہیں کرسکتا۔ لہٰذا میں تو وہی کچھ کروں گا جو میرے علم اور واقعہ کے مطابق ہوگا۔ آپ کے اس کھرے اور صحیح جواب سے وہ لوگ بگڑ گئے اور آپ کے خلاف ہیڈ ترکھانی کے بڑے افسر کے پاس شکایت کر دی تو اس افسر نے آپ کو بلا کر کہا کہ میاں صاحب ایسا باشریعت اور متورع شخص پنسال پر کام نہیں کرسکتا لہٰذا آپ گھر چلے جائیں۔ تو آپ نوکری چھوڑ کر واپس گھر آگئے اور باقی عمر پوری قناعت کے ساتھ گھر پر ہی بسر کی۔ اگرچہ آپ کی زرعی زمین گزر بسر کے لئے ناکافی تھی تاہم تا صحت لوجہ اللہ گاؤں کی مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتے رہے۔ جناب مولانا محمد اسماعیل کی غیر موجودگی میں جمعہ کا خطبہ بھی دے لیتے خطبہ جمعہ پوری تمکنت اور رعب کے ساتھ ارشاد فرماتے تھے اگرچہ ہمارے گاؤں کو تقلید جامد کے حصار سے نکال کر عمل بالحدیث کی شاہراہ پر گامزن کرنے والے میاں علی محمد خاں ہی ہیں مگر یہ اصلاحی تحریک ابھی ابتدائی مراحل میں تھی اور ابتداء میں جوش کے علی الرغم ہوش کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ویسے بھی میاں علی محمد صاحب جمالی طبیعت کے مالک تھے کہ کسی سختی کے قائل نہ تھے۔ اس لئے گاؤں کے ایک دوسرے قبیلہ میں پیر پرستی اور بدعی رسومات ختم نہ ہوسکیں۔ جبکہ میاں محمد ابراہیم خاں پہلے سے تیار شدہ ماحول میسّر آیا تھا۔ مزید یہ کہ آپ کو آپ چھوٹے بھائی مولانا محمد اسماعیل کا تعاون بھی حاصل تھا۔ ویسے بھی

ہ؎ یہ سلسلہ صحیح عقائد، عبادات، معاملات اور اسلامی تاریخ پر مشتمل چودہ جلدوں میں پھیلا ہوا علمی، فقہی اور اصلاحی گنجینہ ہے اگر یہ دوبارہ شائع ہو جائے تو یہ بہت بڑی جماعتی خدمت ہو گی۔ (عفیف)

آپ قوتِ بازو کے ساتھ ساتھ جلالی طبیعت کے حامل تھے اس لئے جب آپ کا دورِ سیادت آیا تو آپ نے اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ ان تینوں نعمتوں سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ قوتِ بازو جو کبڈی کے حریف کھلاڑیوں کو لتاڑنے اور پچھاڑنے میں ضائع ہوتی چلی آ رہی تھی۔ اب وہ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے شریعت کے نافرمانوں اور شرک و بدعت کے رسیا افراد کے سدھار میں کام آنے لگی۔ آپ نے گاؤں میں جعلی پیروں کا داخلہ بزور بند کر دیا۔ اور اس قبیلہ کو بھی آہستہ آہستہ مسلک اہلحدیث کے قریب لے آئے۔

آپ فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بجالانے میں اتنے غیور اور جسور تھے کہ آپ کے دورِ سیادت میں ہمارے گاؤں میں کبھی ڈگڈگی اور ڈھول تک نہ بجے۔ حالانکہ شادی بیاہ کے موقع پر ڈھول بجانا بلوچ برادری میں ضروری سمجھا جاتا ہے۔ سوائے کبڈی، کشتی اور گولہ پھینکنے کے دوسرے تمام کھیل تماشوں پر مکمل قدغن تھی۔ نکاح کی تقریبات میں کھیل تماشہ، گانا، سہرا وغیرہ میت کی تجہیز و تکفین سے لے کر دفن کے بعد تمام بدعی رسومات۔ یعنی اسقاط، سوئم اور چہلم وغیرہ ختم کر دی تھیں۔ غرضیکہ شرائع اسلام کی پابندی کے لحاظ سے پورے علاقے میں ہمارا گاؤں ایک مثالی گاؤں سمجھا جاتا تھا۔ دو تین لاابالی نوجوانوں کو چھوڑ کر تمام مرد نمازی اور باریش تھے۔ اور عورتیں اسلامی پردہ کی پوری پابند تھیں۔ مگر افسوس کہ تقسیم ملک کے بعد دوسری برادریوں کے اختلاط کی وجہ سے یہ خوشگوار اور ایمان افروز حالت قائم نہ رہ سکی۔

عمر کے آخری حصے میں اونٹنی سے گر پڑے تھے اور اتنی شدید چوٹیں آئی تھیں کہ جسم کے کئی اعضاء اکھڑ گئے تھے۔ علاج کے باوجود آپ کی صحت بحال نہ ہو سکی اور بلا سہارا مسجد میں آنا جانا مشکل ہو گیا۔ لیکن پھر بھی باجماعت نماز پڑھنے کا معمول کافی حد تک قائم رکھا۔

بالآخر زندگی کے آخری چار برس تو چارپائی پر ہی بسر ہوئے اور ساری مدت آپ اپنی بڑی بیٹی (راقم کی والدہ حفظہا اللہ) کے ہاں قیام پذیر رہے۔ اتنے طویل اور شدید مرض میں بڑے بڑے جفادری جی ہار بیٹھتے ہیں۔ مگر میرا یہ مشاہدہ ہے کہ آپ نے اس قدر طویل علالت شدید تکلیف کے باوجود کے اتنے صبر و شکر اور ضبط و ثبات کے ساتھ برداشت کئے کہ ہم نے آپ کی زبان سے کبھی ہائے وائے نہ سنی تھی۔ حالانکہ کئی کئی راتیں تکلیف میں شدت کی وجہ سے بیداری میں کٹتی تھیں۔ اس مرض کی وجہ سے اب مسجد میں جا کر لڑکوں اور لڑکیوں کو پڑھانا مشکل ہو گیا تھا لیکن پھر بھی آپ نے اللہ تعالےٰ کی توفیق سے اس نیک شغل (خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ) میں کوئی وقفہ نہیں آنے دیا۔ یعنی پھر آپ نے گھر پر پڑھانا شروع کر دیا۔ چنانچہ نماز اشراق سے فارغ ہو کر تین گھنٹے لڑکوں اور لڑکیوں کو ناظرہ قرآن مجید، تفسیر محمدی منظوم، احوال الآخرت، زینت الاسلام ہر دو حصہ، سلسلہ کتب اسلام مولانا رحیم بخش، لاہوری تادمِ واپسیں برابر چالیس برس لوجہ اللہ پڑھاتے رہے۔ چنانچہ چند ایک بے فکرے افراد کو چھوڑ کر پورے گاؤں کے تمام مرد اور عورتیں آپ ہی کی فیض یافتہ اور رشد گردہ ہیں۔

معمولات

جس طرح آپ نماز پنجگانہ کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ اسی طرح قیام اللیل اور صلوٰۃ الضحیٰ کے بھی عادی تھے اس لئے نماز عشاء کے بعد فرمان نبوی کے مطابق جلدی سو جاتے تھے رچھلی رات مسجد میں چلے آتے تھے۔ نماز تہجد کے بعد دعاء و استغفار میں لگ جاتے۔ پھر نماز فجر کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھے مسنون اوراد و وظائف میں طلوع شمس تک مصروف رہتے۔ پھر نماز اشراق ادا کر کے بچوں کو تعلیم دیتے۔ پھر فکر معاش کی طرف متوجہ ہو جاتے آخر میں جب شدتِ مرض کی وجہ سے مسجد میں آنا جانا مشکل ہو گیا تو پھر گھر پر ہی یہ معمول جاری رکھا۔ اب کو طریق کار یہ تھا کہ نماز اشراق کے بعد لڑکوں، لڑکیوں کو تعلیم دیتے۔ پھر کھانا کھا کر قیلولہ کرتے۔ ظہر کی نماز کے بعد نماز عصر تک تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور نماز عصر

کے بعد مشکوٰۃ المصابیح کھول کر ڈیوڑھی کے باہر بیٹھ جاتے۔ مطالعہ کرتے اور آنے جانے والوں کو مسائلِ دینیہ سناتے۔ نمازِ پنجگانہ کی تاکید فرماتے۔ موت اور مابعد موت کے مراحل کی سختیوں سے ڈراتے۔ عذابِ قبر اور دوزخ کے عذابوں کا ذکر چھیڑ کر خود بھی روتے اور سننے والے کو بھی رُلا دیتے۔

وفات

طویل علالت کی وجہ سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی۔ ہاتھ پاؤں تو او غشی سے گر جانے کی وجہ سے عرصہ دس سال سے سوتے چلے آرہے تھے۔ اب پیچش اور بخار آنا بھی شروع ہوگیا اور یہ عارضہ اتنا شدید تھا کہ آپ اس سے جانبر نہ ہوسکے۔ بالآخر دین کی تبلیغ و تدریس میں چالیس برس لوجہ اللہ مشغول رہنے کے بعد ستر برس سے زائد عمر پاکر دینِ اسلام کا یہ بے لوث اور غیور سپاہی بروز سوموار قبل دوپہر دسمبر ۱۹۵۳ء کو ہمیشہ کے لئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نمازِ جنازہ

بعد از نمازِ ظہر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ نمازِ جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی اور راقم کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی اتنی کثرت تھی کہ دیہاتی ماحول میں اتنی بڑی کثرت میں نے اپنے گاؤں میں کسی اور جنازہ پر کبھی نہیں دیکھی تھی۔ چونکہ دادا جی رحمہ اللہ نے قراۃ بالجہر کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی اور دوران نمازِ مغفرت کی دعائیں مانگتے ہوئے آپ کی آواز بھرا گئی جس کی وجہ سے شرکاء جنازہ کی آنکھیں بھی چھلک چھلک گئیں۔

اولاد و احفاد

اس وقت آپ کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں صاحب اولاد ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ کے چار پوتوں میں سے ایک بھی دینی سدھ بدھ سے بہرہ ور نہیں کیونکہ ان کے والد مولوی ولی محمد صاحب نے انہیں دینی تعلیم دلوانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی۔ تاہم آپ کے تین نواسے یعنی ایک یہ ہیچ میرز، میرے چھوٹے بھائی مولانا سعید احمد حنیف سلفی خطیب مرکزی مسجد اہل حدیث جھنگ شہر اور مولوی محمد دین جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنی اپنی بساط کے مطابق آپ کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔ وبنعمتہ تتم الصالحات وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد وآلہ۔

مرزا غلام احمد دھوکے باز، بے ایمان اور کافر تھا، وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

قادیانی آرڈیننس قرآن و سنت کے مطابق ہے، قائد اعظم یا پاکستان کا قادیانیوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا، ۴۴ صفحات پر مشتمل مفصل فیصلہ

۲۸۔ اکتوبر۔ وفاقی شرعی عدالت نے مرزا غلام احمد کو دھوکے باز، بے ایمان اور کافر قرار دیا ہے۔ آج وفاقی شرعی عدالت نے اپنے مفصل
فیصلے میں جو کہ ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے قادیانیوں کی پٹیشن خارج کر دی اور قادیانی آرڈیننس کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دیا۔ قادیانی فرقے کے بعض افراد نے
وفاقی شرعی عدالت میں درخواستیں دائر کی تھیں جس میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام
سرگرمیوں (امتناعی و تعزیری) آرڈیننس ۱۹۸۴ء میں شامل احکام کو قرآن اور سنت کے منافی قرار دیا جائے۔ ان درخواستوں کی وفاقی
شرعی عدالت نے نہایت تفصیل سے سماعت کی۔ مذکورہ بالا آرڈیننس کے نفاذ سے تعزیرات پاکستان میں دفعات ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج
کا اضافہ کیا گیا ہے۔ دفعہ ۲۹۸ ب کے مطابق "قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں کا کوئی شخص جو
(الف) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو "امیر المومنین" "خلیفۃ المومنین" "صحابی" یا "رضی اللہ عنہ"
کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے (ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کے سوا کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر
منسوب کرے یا مخاطب کرے (ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے فرد کے سوا کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر
منسوب کرے یا مخاطب کرے (د) اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے اسے کسی ایک قسم کی سزائے
قید دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے۔ اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔ اسی طرح مذکورہ اشخاص کا عبادت کے لئے بلانے کے طریقے کو
اذان کے طور پر منسوب کرنا یا اپنی عبادت کے لئے بلانے کے لئے اذان دینا اتنی ہی مدت کے لئے سزائے قید اور جرمانہ کا مستوجب قرار دیا گیا
ہے۔ مذکورہ گروپ کے اشخاص کے لئے اگر وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں یا مسلمان موسوم کریں اسی قسم کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ وفاقی شرعی
عدالت نے ان درخواستوں کو ایک مفصل حکم کے ذریعے جو آج سنایا ہے خارج کر دیا ہے۔ عدالت کے سامنے اٹھائے گئے نکات میں من جملہ
دوسری باتوں کے یہ سوال بھی شامل تھا کہ آیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ قطعی طور پر ختم ہو گیا ہے اور یہ کہ وہ آخری نبی تھے:
جن کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی نبی نہیں ہوگا۔ عدالت نے قرآن پاک سنت اور نامور سنی اور شیعہ مفسرین کی مستند تفسیر و تعبیر اور رائے کی بنیاد پر
قرار دیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا قطعی خاتمہ ہو گیا ہے اور وہ آخری نبی تھے۔ جن کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی نبی نہیں
ہوگا۔ عدالت کی قلم بند کردہ دیگر تجاویز درج ذیل ہیں۔
(۱) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس دنیا میں اُمتِ مسلمہ کے رکن اور اسلامی شریعت کے پیرو کی حیثیت سے ظہور ہوگا۔ مرزا غلام احمد نہ تو
مسیح موعود ہے اور نہ مہدی (۳) کہ وہ لوگ جو قرآن پاک کی واضح اور عمومی آیات کو ان کی تاویل اور تخصیص کے ذریعے غلط معنی پہناتے
ہیں مومن نہیں ہیں۔ اور چونکہ مرزا غلام احمد نے یہی کیا تھا لہٰذا وہ کافر تھا (۴) مرزا غلام احمد کی زندگی کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ
وہ دھوکے باز اور بے ایمان آدمی تھا جس نے درجہ بدرجہ اور منصوبے کے ساتھ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے خود کو "محدث" اور
پھر "ظلی" اور "بروزی" نبی اور رسول اور مسیحا منوانے کی کوشش کی (۵) اس کی تمام پیش گوئیاں اور الہامی پیش گوئیاں غلط پائی گئیں لیکن
مخالفین کے تمسخر سے بچنے کے لئے اس نے بعض اوقات اپنی تحریروں کی اس طرح تعبیر کی ہے کہ اس نے کبھی بھی "نبوت یا رسالت" کا دعویٰ

نہیں کیا (۶) کہ مرزا غلام احمد نے خود اس بات کا اعلان کیا کہ "خدا نے اس پر وحی کیا ہے کہ وہ کوئی شخص جس تک اس کا پیغام پہنچ جائے اور جو مجھے نبی قبول نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے" یہی بات چوہدری ظفر اللہ خاں کے بارے میں کہی جاتی ہے جنہوں نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ خود قادیان میں اس کے ماننے والے مسلمانوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(۷) کہ قائد اعظم یا پاکستان کا قادیانیوں کے ساتھ کوئی معاہدہ یا عہد و پیمان نہیں تھا کہ ان کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ ان کو اسلام کے نام سے اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرنے دی جائے گی (۸) کہ ان کو مسلمانوں کے طور پر عمل کرنے کی اجازت دینے سے انکار کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کے مذہب کے حق عبادت میں مداخلت کی گئی ہے وہ ایسے کر سکتے ہیں جب تک کہ وہ خود کو مسلمان ظاہر نہ کریں یا لوگوں کو اپنے عقیدہ پر لانے کے لئے اس عقیدے کے بارے میں غلط بیانی سے کام نہ لیں (۹) "ام المؤمنین" "امیر المؤمنین" "خلیفۃ المسلمین" کے کلمات کے استعمال سے لوگوں کو دھوکہ ہو سکتا ہے ایسے ناموں کے حامل مسلمان ہیں۔ اسی طرح "رضی اللہ عنہ" کا کلمہ قرآن پاک اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لئے بطور فضل و رحمت استعمال ہوا ہے اسی طرح مسلمان "صحابی" اور "اہل بیت" کے کلمات علی الترتیب رسول پاک کے صحابہ اور ان کے خاندان کے افراد کے لئے استعمال کرتے ہیں (۱۰) قادیانیوں کی طرف سے خود کو مسلمان ظاہر کرنے، مسلمانوں کی طرح عمل کرنے اور مسلمانوں کی مقدس شخصیات اور مقامات کے خطابات، القابات اور ناموں کو استعمال کرنے پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کو ہمیشہ ایذا اور تکلیف پہنچی ہے اور امن عامہ کے مسائل پیدا ہوئے ہیں جس کی وجہ سے مملکت کے لئے قانون نافذ کرنا ضروری ہو گیا۔

سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کی سرگرمیاں

انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور میں اہل حدیث انجنیئرز نے گزشتہ دنوں اپنی مساعی کو مزید تیز کر دیا ہے۔ اب نوجوان انجنیئرز کی تعلیم و تربیت کا ایک سلسلہ وار باقاعدہ پروگرام شروع کر دیا گیا ہے۔

ایک پروگرام تعلیم قرآن و حدیث کا ہے جو کہ محترم پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب حفظہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اس میں ایک تربیتی نصاب شامل ہے جو مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے۔

۱۔ **ترجمہ قرآن مجید:۔** قرآن کی منتخب سورتیں اور وہ مقامات جو انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

۲۔ **تعلیم الحدیث:۔** "عمدۃ الاحکام" کی احادیث جو کہ بخاری اور مسلم کا بہترین مجموعہ ہے۔

۳۔ **العقیدۃ:** سعودی عرب کی ثانویہ کی سطح کے کورس میں ایک کتاب شامل ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے جس میں سلفی عقائد کی بہترین ترتیب ہے۔

۴۔ **اصولِ فقہ:۔** اس کے لئے ابھی کوئی کتاب متعین نہیں کی گئی۔

مندرجہ بالا چار مضامین حضرت حافظ صاحب ہفتے میں چار دن یعنی ہفتہ، اتوار، سوموار، منگل، روزانہ ۹ بجے تا بجے سبقاً سبقاً پڑھاتے ہیں۔ تقریباً چالیس طلبہ نے اس کلاس میں داخلہ لیا ہے۔ روز بروز طلبہ کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ الحمد للہ لوگ تحریک اہل حدیث سے واقف ہی نہیں وابستہ بھی ہو رہے ہیں۔

تنظیم:۔ سلفیہ رائزنگ انجنیئرز نے کارکنان کی تربیت کے لئے خیمہ زنی کا پروگرام بھی بنا رکھا ہے کہ طلبہ کو کسی تفریحی مقام پہ لے جا کر اجتماعی تربیت کی جائے۔

سلفی انجنیئرز سرکل کا قیام

وہ انجنیئرز جو زمانہ طالب علمی گزار کر اب فیلڈ میں کام کر رہے ہیں ان سے رابطہ کے لئے سلفی انجنیئرز سرکل قائم کر دیا گیا ہے۔ اس کے انچارج خواجہ اورنگ زیب صدیقی ہیں۔

سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کے امیر عبدالقدوس سلفی نے انجنیئرز سرکل کے انچارج جناب خواجہ اورنگ زیب صدیقی کو تمام ہدایات دے دی ہیں۔ انہوں نے رابطہ مہم شروع کر دی ہے۔ پاکستان اور بیرونی ممالک میں جہاں کہیں بھی اہلحدیث انجنیئرز اس خبر کو پڑھیں وہ فی الفور رابطہ قائم فرمائیں۔

سلسلہ وار درسِ قرآن

یونیورسٹی کی مختلف ہوسٹلز کی مختلف مساجد میں سلسلہ وار درسِ قرآن سلفیہ رائزنگ انجنیئرز کے امیر عبدالقدوس سلفی نے شروع کیا ہے۔ ان دروس میں "فرقہ بندی کے اسباب" پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اور اہل حدیث کی غیر فرقہ وارانہ حیثیت کو واضح کیا جاتا ہے (محمد رفیق جنرل سیکرٹری سلفیہ رائزنگ انجنیئرز۔ یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی۔ لاہور ۳۱)

ضروری اعلان

احباب کی اطلاع کے لئے بار بار اعلان کیا جا رہا ہے کہ الاعتصام کی محدود ضخامت کے پیش نظر تبلیغی رودادیں اور ہو چکنے والے جلسوں کی رپورٹیں شائع نہیں کی جا سکتیں اس کے باوجود اکثر رپورٹیں موصول ہوتی ہیں جن کے شائع نہ ہونے کے باعث احباب کو ملال ہوتا ہے۔ ہم اس سلسلے میں معذرت چاہتے ہوئے پھر گزارش کرتے ہیں کہ رپورٹیں ارسال نہ کی جائیں البتہ ان میں پاس کی جانے والی قراردادیں روانہ فرمائی جائیں جن کی اشاعت ضرور کی جائے گی ● نیز جلسوں کے انعقاد کے اعلان مقررہ تاریخ سے کم و بیش دس روز پہلے دفتر میں پہنچ جانے چاہئیں۔ پرچہ مکمل ہو چکنے پر تعمیل حکم مشکل ہو جاتی ہے (ادارہ)

اطلاعات و اعلانات

مسلکِ اہل حدیث مسلکِ حقّہ ہے

جناب گلزار احمد صاحب آف ٹوبہ ٹیک سنگھ نے الحمدللہ مسلک اہلحدیث قبول کرلیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں استقامت نصیب فرمائے۔ گلزار احمد صاحب کی اپنی تحریر یہ حسبِ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم الحروف نے درپیش مسئلہ طلاق ثلاثہ میں علماء احناف کی طرف رجوع کیا لیکن نامعقول جواب سے عدم تشفی کے بعد علماء اہلحدیث کے پاس گیا۔ تو دلائل و براہین کی روشنی میں محسوس کیا کہ قرآن و حدیث کی صحیح تعبیر مسلک اہلحدیث ہے جو معیشت و معاشرت میں انسان کو صحیح اسلامی روشنی سے مستفیذ کرتا ہے۔ بنا بریں میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہی مسلک حق اور صحیح اسلامی و شرعی تعبیر ہے اور میں علیٰ وجہ البصیرت بقائمی ہوش و حواس بلا اضطرار و اکراہ اس مسلک سے وابستگی کا اعلان کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ تمام زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزاروں گا اور شرک فی التوحید و شرک فی الرسالت سے اجتناب کروں گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے دین کی صحیح فہم و عمل اور استقامت بخشے۔ آمین

(دستخط) گلزار احمد اکال والا روڈ چڑہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ (پنجاب)

جلسہ عام

جمعیت اہل حدیث تلمبہ کے زیر اہتمام تیرھواں سالانہ عظیم الشان جلسہ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۸۴ء بروز بدھ بعد نماز عشاء جامع اہل حدیث تلمبہ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ مولانا حافظ عبداللہ صاحب شیخوپوری اور دیگر علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔

(صوفی عبدالحمید امیر جمعیت اہلحدیث تلمبہ ضلع ملتان)

ماہ نومبر میں ادارہ مبلغین اہلحدیث ضلع قصور کے تبلیغی پروگرام

تاریخ	دن	مقام
۱۵ نومبر ۱۹۸۴ء	جمعرات	جلالہ حاجی چراغ دین
۱۸ " "	اتوار	کوٹ محمد حسن ٹوڈگہ
۱۹ " "	پیر	چاہل نو
۲۲ " "	جمعرات	کھائی ہٹھاڑ
۲۶ " "	پیر	بھاگیواں بہنے والا
۲۹ " "	جمعرات	مسجد شیخاں چونیاں
۳۰ " "	جمعۃ المبارک	دفتوہ

نوٹ:۔ بعض مقامات سے اطلاع ملی ہے کہ مبلغین حضرات وہاں نہیں پہنچے لہٰذا مقامی جماعت کو انتظار اور انتظام کی زحمت اٹھانا پڑی۔ لہٰذا مبلغین حضرات اگر کسی وجہ سے مقررہ تاریخ اور مقام پر نہ پہنچ سکیں تو دفتر کو مطلع کریں تاکہ متبادل انتظام کیا جائے۔ نیز مقامی جماعتیں بھی ایسی صورت میں دفتر کو باخبر رکھیں (مولانا عبدالغفار سلفیہ دواخانہ شاہکوٹ ضلع قصور ناظم ادارہ مبلغین ضلع قصور)

نفاذِ اسلام کانفرنس

جامعہ محمدیہ دارالقرآن والحدیث شکر ڈھیری منگل چائے جدون

ضلع مردان میں ۱۷-۱۸ نومبر ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ اتوار نفاذ اسلام کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں جید علمائے اہل حدیث اور دانشور خطاب فرمائیں گے۔ مہمان خصوصی جناب میاں فضل حق صاحب ممبر وفاقی مجلس شوریٰ اور ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ہوں گے۔ (مولانا) محمد زمان سلفی وجمعیت اہل حدیث جدون ضلع مردان صوبہ سرحد)

تبلیغی جلسہ مدرسہ تعلیم القرآن وہاڑی

ہمارے ہاں ۱۱ اکتوبر کو اقامت صلوٰۃ کانفرنس منعقد ہو چکی ہے جو نہایت کامیاب رہی آئندہ جلسہ مورخہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوگا۔ انشاء اللہ (احمد علی ایم اے عربی اسلامیات مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن اڈا ملک ۳۲ ڈبلیو بی خانیوال روڈ۔ وہاڑی)

مولانا محمد عبدالرشید صدیقی (ملتان) کے ہاں چوری

مولانا محمد عبدالرشید صدیقی نے تحریر فرمایا ہے ۱۰ اکتوبر کی رات کو بندہ کے سابقہ رہائشی مکان میں چوری کی سنگین واردات ہوئی جس میں چور میری بہو کے ٹرنک اور اٹیچی کیس کے تالے توڑ کر ریشمی پارچات اور دیگر قیمتی اشیاء اور میرے صندوق کا تالہ توڑ کر نقدی اور تانبے کے تھال، دیگچے اور تانبے کے پشاوری لوٹے وغیرہ اٹھا لے گئے۔ تقریباً ۱۲، ۱۳ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔ اس کے بعد بندہ اسہال کی وجہ سے اپنا سابقہ مکان رہائشی چھوڑ کر اپنے نواسوں کے ہاں چوک حافظ جمال پر منتقل ہو گیا ہے۔ جمیع احباب کرام کی خدمت میں یہ درخواست ہے کہ وہ بندہ کی صحت یابی کے لئے اپنے خاص اوقات میں دعائیں فرماتے رہیں۔ اور بندہ سے آئندہ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کریں۔ دعاگو جماعت کا قدیمی خادم محمد عبدالرشید صدیقی عفا اللہ عنہ ناظم جمعیۃ اہلحدیث ضلع ملتان

پتہ:- معرفت عالمگیر امجد ایڈووکیٹ وائیٹ بلڈنگ مکان ۲۵۱۵ چوک حافظ جمال بیرون دولت گیٹ ملتان شہر

ادارہ الاعتصام مولانا موصوف کے اس نقصان پر افسوس کرتا ہے اور انتظامیہ ملتان سے چوری برآمد کرنے اور چوروں کو عبرتناک سزا دینے کا مطالبہ کرتا ہے۔

جماعت سے باہر "الجماعۃ" کی مفت تقسیم

ہمیں کسی مخیر دوست نے ہدایت کی ہے کہ ان کی طرف سے مسلک اہل حدیث کی برتری کے ثبوت میں حکیم عبدالرحمن خلیق کی تحریر کردہ تاریخی اور دستاویزی کتاب "الجماعۃ" کا ایک ایک نسخہ جماعت سے باہر ان انصاف پسند غیر متعصب اور نیک دل اصحاب میں تقسیم کیا جائے جو اپنے دل میں حق کے لئے تڑپ رکھتے ہوں۔ پس احباب جماعت اپنے ایسے غیر اہلحدیث دوستوں کو الجماعۃ بطور تحفہ پیش کر کے مسلک کی تبلیغ کا حق ادا کریں۔ ۵۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر ذیل کے پتہ سے کتاب مفت حاصل کریں۔ (اختر اقبال تبسم ناظم رحمانی شفاخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ)

تبلیغی لٹریچر مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ جمعیت اہل حدیث جام پور کی طرف سے مندرجہ ذیل تبلیغی لٹریچر چھپوا کر تقسیم کیا جا رہا ہے۔
(۱) عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت۔ از مفتی اعظم سعودی عرب (کتابچہ) (۲) ولادت باسعادت اور عید میلاد کا شرعی حکم (از مولانا کرم الدین سلفی (کتابچہ) (۳) عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت مع فتویٰ۔ از مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (بڑے سائز کا خوبصورت اشتہار) (۴) علم اور تعزیہ غیر اسلامی ہے۔ ایران کے صدر کا اعلان

صاحب استطاعت حضرات پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اور غریب احباب پوسٹ کارڈ لکھ کر مفت منگوائیں۔ (محمد یٰسین راہی ناظم ادارہ تبلیغ جمعیت اہلحدیث جام پور ضلع راجن پور)

قاری عبدالجبار کہاں ہے؟

عزیزم قاری عبدالجبار بن دین محمد مرحوم کے متعلق مدارس اہلحدیث کے ناظمین سے التماس ہے کہ وہ اگر کسی مدرسہ میں زیر تعلیم ہو تو اس کی والدہ کو درج ذیل پتہ پر فوراً اطلاع دیں۔ اس کی والدہ سخت پریشان ہے گھر سے ناراض ہو کر گئے اسے آٹھ ماہ ہو چکے ہیں۔ اب تک اس نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ اگر وہ خود پڑھے تو والدہ کو فوراً مل جائے اسے کچھ نہیں کہا جائیگا اس کے بہن بھائی بھی بڑے پریشان ہیں۔ اگر کوئی صاحب اسے لے کر آئے گا تو اسے آمد و رفت کا کرایہ بھی دیا جائے گا۔ (والدہ قاری عبدالجبار بن مولوی محمد دین مرحوم معرفت حاجی مستری حبیب اللہ و حکیم عبیداللہ صاحب کورٹ رادھا کشن ضلع قصور)

تبدیلی پتہ میں سمندری چھوڑ کر فیصل آباد شہر میں آ گیا ہوں اس لئے احباب پتہ ذیل پر خط و کتابت فرمائیں (محمد شریف شاکر مدرس گورنمنٹ ہائی سکول محمد پورہ۔ فیصل آباد)

PHONE

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE

R.L 5523

9-11-84

طابع، چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع، اومنی پرنٹرز۔ لاہور ● ناشر، محمد عطاء اللہ حنیف ● مقام اشاعت، شیش محل روڈ۔ لاہور